قسط نمبر: 1

اسلامی حدود و تعزیرات، فلسفہ اور حکمت

مولانا ابرار اللہ شاہ

جامعہ المرکز الاسلامی

اسلام دنیا کا ایک ایسا آفاقی مذہب ہے اور ضابطہء حیات ہے۔ جس میں تمام طبقوں کے حقوق اور ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ قیامت تک کے ازمنہ کے مسائل کا حل موجود ہے۔ جن پر صدقِ دل سے عمل پیرا ہو کر ہی انسانیت فلاح و بہود کے اعلیٰ مقام پر پہنچ سکتا ہے۔ اسلام نے زندگی کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے اور کسی کو بھی تشنہ نہیں چھوڑا۔

عائلی زندگی ہو یا معاشی معالات، عبادات ہو یا اخلاقیات تمام پر اسلام نے ایک جامع قانون نافذ کیا ہے۔ جس میں فرد اور معاشرے کا پورا پورا خیال کیا ہے اور کسی کو بھی کسی کی حق تلفی کا حق نہیں دیا۔ بلکہ انصاف و مساوات کا درس دیا ہے۔

اسلام ہمارا مذہب ہے اور اسلام یہ چاہتا ہے۔ کہ انسانی معاشرہ نیک صالح، معیاری اور مثالی ہو، جرائم و فواحش سے پاک صاف ہو۔ لوگوں کی جان مال اور عزت و آبرو محفوظ رہے، تاکہ لوگ اطمینان و سکون کی زندگی گزاریں اور ہر قسم کے خوف و خطر سے ماموں ہو کر اپنی مفوضہ ڈیوٹی انجام دینے کیلئے پُر امن فضا اور پُر سکون ماحول کا ہونا ضروری ہے، ورنہ انسان کی دماغی اور جسمانی صلاحیتیں دب کر اور ٹھٹر کر رہ جائیں گی اور وہ صحیح رفتار سے ترقی نہیں کر سکے گا۔ اسلام نے جرائم کی یہ سخت سزائیں اسلئے مقرر کی ہیں۔ کہ سماج سے برائیوں کی جڑ کٹ جائے، امن و سکون کے فضا قائم ہو اور کسی باغی و ظالم کو لوگوں پر دست درازی اور ظلم و زیادتی کرنے، معاشرے میں خوف و ہراس اور بدامنی پھیلانے اور لوگوں کی زندگی کو مکدر اور تلخ بنانے کی جرات نہ ہو۔ ملک سے ہر قسم کی شر و فساد اور ظلم و عدوان کا خاتمہ ہو جائے۔ پاکیزہ صفات اور اعلیٰ انسانی قدریں فروغ پائیں، عوام کی جان و مال کا تحفظ ہو اور انہیں چین و سکون اور خوش حالی کی زندگی میسر آئے۔ اسلام فرد اور جماعت دونوں کو اہمیت دیتا ہے۔ اور دونوں کی پوری رعایت کرتا ہے لیکن فرد کے مقابلے میں جماعت کا مفاد اس سے زیادہ عزیز ہے۔ اس لئے وہ عوامی مفاد اور جماعتی مصالح کو ترجیح دیتا ہے۔ اور اس کی خاطر ایک فرد کے نقصان کو گوارہ کر لیتا ہے۔ اس لئے وہ عوام الناس کے جان و مال کے تحفظ اور سوسائٹی کو شر و فساد اور مفسد عناصر کی ظلم و تعدی سے

پاک رکھنے کیلئے یہ عبرت ناک سزائیں تجویز کرتے ہے۔

" ومن یعص اللہ ورسولہٖ ویتعد حدودہ یدخلہ ناراً خالداً فیھا ولہ عذاب مھین

ترجمہ:...... اور جو اوراس کے رسولؐ کی نافرمانی کرے گا۔ اور اللہ اوراس کے رسولؐ کی متعینہ حدود سے تجاوز کرے گا۔ اُسے اللہ ہمیشہ آگ میں رکھے گا اوراس کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔

اسلامی قانون میں سزا اور جزا کا تصور معاشرہ کی اصلاح سے متعلق ہے۔

حضرت علیؓ کا فرمان ہے:

۱)...... اللہ تعالیٰ نے شرک سے پاک کرنے کے لیے بندوں کے لیے ایمان کو فرض قرار دیا ہے۔

۲)...... تکبر سے دور کرنے کے لیے نماز کو ۔

۳)...... رزق کا سبب بننے کے لیے زکوٰۃ کو ۔

۴)...... مخلوق کا اخلاص آزمانے کے لیے روزہ کو ۔

۵)...... دین کی تقویت کے لیے حج کو ۔

۶)...... دین کی سربلندی کے لیے جہاد کو ۔

۷)...... عوام کی بھلائی کے لیے امر بالمعروف کو ۔

۸)...... سُفہا (بیوقوفوں) کی روک تھام کے لیے نہی عن المنکر کو ۔

۹)...... دوستوں کی تعداد بڑھانے کے لیے صلہ رحمی کو ۔

۱۰)...... خون ریزی روکنے کے لیے قصاص کو ۔

۱۱)...... عظمت بحال رکھنے کے لیے محرمات کو ۔

۱۲)...... حرام چیزوں سے بچنے کے لیے اقامۃ الحدود کو ۔

۱۳)...... عقل کی حفاظت کے لیے ترک سے نوشی کو ۔

۱۴)...... پاکبازی اور دوستی کی رعایت کے لیے چوری میں ہاتھ کاٹنے کا ۔

۱۵)...... نسب کی حفاظت کے لیے ترک زنا کو ۔

۱۶)...... نسل بڑھانے کے لیے ترک لواطت کو ۔

۱۷)...... انکارِ حقائق پر غالب آنے کے لیے گواہی کو ۔

۱۸)...... سچائی کا شرف بحال رکھنے کے لیے ترک دروغ گوئی کو ۔

۱۹)...... جنگ سے محفوظ رہنے کے لیے آمن کو ۔

۲۰)...... نظام امت کو درست رکھنے کے لیے امانات کو ۔

۲۱)...... امامت کی تعظیم کے لیے اطاعت کو فرض قرار دیا ہے ۔

قاضی عبدالوہاب بغدادی سے ایک یہودی نے طنزاً سوال کیا کہ " اگر کوئی کسی کا ہاتھ کاٹ لے تو اس کی دیت (عفو کا بدلہ) پانچسو اشرافیاں دینی پڑتی ہیں۔ لیکن اگر یہی شخص چوری کرے تو صرف ایک چوتھائی دینار پر اس کا ہاتھ کاٹ لیا جاتا ہے۔ تو کیا معاملہ ہے ۔ قانون اسلام میں یہی ہاتھ کبھی اتنا مہنگا سمجھا گیا۔ کہ پانچسو اشرفی قیمت ٹھہری ۔ اور کبھی اتنا سستا ہو گیا۔ کہ صرف ایک چوتھائی دینار اس کی قیمت رہ گئی۔

قاضی صاحب نے جواب دیا۔ کہ " جب تک ہاتھ امانت دار تھا۔ تو عزت امانت نے اسے بیش قیمت بنا رکھا تھا۔ لیکن جب چوری کر کے یہ ہاتھ خائن بن گیا تو خیانت کی ذلت نے اس کی اسی قدر قیمت گھٹا دی۔ کہ صرف چوتھائی دینار اس کی قیمت رہ گئی۔ اِس لیے باری تعالیٰ کی مقرر کردہ یہی قیمت ہے " ۔

حد کی جمع حدود ہے۔

حد کا لغوی معنی " خط کھینچنا ہے " امام راغب اصفہانی نے لکھا ہے۔

" الحدالحاجز بین الشیین الذی ویمنع اختلاط احد هما بالآخر، یقال حدوت کذاجعلت له حدا یمیذو حدالدار ما تتمیز به عن غیرها " ۔ (۱)

" حد ، وہ خط متارکہ ہے جو دو چیزوں کے درمیان حد فاصل قائم کرتا ہے۔اور انہیں ایک دوسرے سے ملنے سے روکتا ہے۔کہا جاتا ہے۔ میں نے یہ حد لگا دی یعنی خط کھینچ دیا۔تا کہ تمیز ہو سکے۔اور گھر کی حد جو اسے دوسرے گھر سے علیحدہ کرتی ہے۔وہ اس کا خط ہوتا ہے " ۔

عام طور پر دیکھا گیا ہے... جب عوام الناس میں کوئی تحریک برپا ہوتی ہے۔تو پولیس ایک خط کھینچ دیتی ہے۔اور اعلان کرتی ہے۔کہ اگر کسی نے اس حد سے بڑھنے کی کوشش کی تو اس پر گولی چلا دی جائے گی ۔

احکامات الٰہی :

جب ہم قرآن مجید کی آیات پر غور کرتے ہیں۔تو حد کی تعریف احکامات الٰہی بنتی ہے۔جہاں بھی قرآن مجید میں خاص حکم دیا گیا اس کے بعد فرمایا گیا۔

" تِلْکَ حدود الله فلا تقربوها " . (البقرہ : ۲/۱۸۷) .

ترجمہ:... " یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں۔ان کے پاس نہ جانا " ۔

" اِلاَّ اَنْ یَخَافَا اَلاَّ یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہ " . (۲۲۹) .

ترجمہ:...... " ہاں اگر میاں بیوی کو خوف ہو۔وہ اللہ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے " ۔

" فَاِنْ خِفْتُمْ اَلاَّ یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہ فَلاَجُنَاحَ عَلَیْهِمَا " . (۲۲۹) .

ترجمہ:...... " اگر تم ڈرتے ہو کہ وہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے " ۔

" تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہ فَلاَ تَعْتَدُوْهَا " . (۲۲۹) .

ترجمہ:...... " یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حدود ہیں۔(احکامات) ان سے باہر نہ نکلنا " ۔

" وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰہ فَاُولٰئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ " . (۲۲۹) .

ترجمہ:...... " اور جو لوگ اللہ کی حدود سے باہر نکل جائیں گے۔وہ گناہگار ہوں گے " ۔

" فَلاَ جُنَاحَ عَلَیْهِمَا اَنْ یَّتَرَاجَعَا اِنْ ظَنَّا اَنْ یُّقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہ " . (۲۳۰)

ترجمہ:...... " ہاں اگر دوسرا خاوند بھی طلاق دے دے اور عورت اور پہلا خاوند ایک دوسرے کی طرف رجوع کریں تو ان پر کچھ گناہ نہیں بشرطیکہ دونوں یقین کرلیں کہ اللہ کی حدود کو رکھ سکیں گے " ۔

" وتلک حدود الله یبینها لقوم یعلمون " . (۲۳۰) .

ترجمہ:...... " اور یہ اللہ کی حدیں ہیں، اللہ ان لوگوں کے لیے بیان کرتا ہے۔ جو دانش رکھتے ہیں۔

" تلک حدود الله " . (النساء ۱۳) .

ترجمہ:...... " یہ تمام اللہ کے احکامات ہیں " ۔

" ومن یعص الله ورسوله ویتعد حدوده یدخله ناراً خالدا فیها " . (النساء ۱۴) .

ترجمہ:...... " اور جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرے گا اور اس کی حدوں سے نکل جائے گا تو اللہ اسے دوزخ میں ڈالے گا۔ جہاں وہ ہمیشہ رہے گا " ۔

" الاعراب اشد کفراً ونفاقاً واجد الا یعلموا حدود کا انزل الله علیٰ رسوله " .(التوبه ۹۷) .

ترجمہ:...... " بدو لوگ سخت کافر اور سخت منافق ہیں اور اس قابل ہیں، کہ جو احکام اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیے ان سے واقف ہی نہ ہوں " ۔

" والناهون عن المنکر والحافظون یحدود الله وبشر المومنین " . (التوبه ۱۱۲) .

ترجمہ:...... " بری باتوں سے منع کرنے والے اللہ کے احکامات کی حفاظت کرنے والے اور اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کو خوشخبری سنا دیجئے " ۔

" ذلک لتومنوا باالله ورسوله وتلک حدود الله " . (المجادله ۴) .

ترجمہ:...... " یہ حکم اس لیے ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانبردار ہو جاؤ ، اور یہ اللہ کی حدود (احکامات) ہیں ۔

" وتلک حدود الله " . (الطلاق: ۱)

ترجمہ:...... " اور اللہ تعالیٰ کی حدیں (احکامات) ہیں۔

" ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ' " . (الطلاق) .

ترجمہ:...... " اور جواللہ کی حدود سے تجاوز کرے گا۔وہ اپنے آپ پر ظلم کرے گا۔

اب سب آیات میں لفظ حدود کے استعمال کے بارے میں مفسرین کے رائے یہ ہے۔ " المصحف المفسر" میں لکھا ہے:

" حدود ، حدود اللہ ای احکامہ : ای احکامہ وسننہ وھی جمع حد : ای احکامہ تلک احکام اللہ : حدود ماانزل اللہ علی رسولہ من الشرائع والاصول " . (۲) .

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم: متعدد احادیث میں بھی لفظ حد استعمال ہوا ہے۔ جواگرچہ اصطلاحی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

" حد یعمل بہ فی الارض خیرہ لاھل الارض من ان لمبطر والالاثین صباحا "

ترجمہ:...... " زمین والوں پر ایک حد کا جاری کرنا تیس دن کی متواتر بارش (رحمت) سے بہتر ہے " ۔

(دوسری روایت میں) چالیس دن کی بارش سے بہتر ہے۔

" اقامۃ حد کفارۃ للذنب

ترجمہ:...... " حد قائم کرنا گناہوں کا کفارہ ہے " ۔

حد کی اصطلاحی تعریف:

قرآن وسنت کے عمیق مطالعے سے حد کی اصطلاحی تعریف یوں بنتی ہے۔کسی جرم کی وہ سزا جو قرآن وسنت میں متعین کردی گئی ہو۔اس میں کمی وبیشی کا اختیار پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا۔نہ حاکم وقت یا قاضی وقت کو ہے۔یہ تعریف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سے ہی ماخوذ ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ایک مخزومیہ عورت لوگوں سے کچھ چیزیں اُدھار لے لیا کرتی تھیں۔ پھر واپس دینے سے انکار کردیتی تھی،تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ کاٹ دینے کا حکم دیا،اس عورت کے گھر والے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے پاس سفارش کے لیے آئے،آپؓ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس عورت کی سفارش کی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور غصے سے تمتما اٹھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ رضی اللہ عنہ سے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں فرمایا:

" **انما ھلک من کان قبلکم بانہ اذا سرق فیھم الشریف ترکوہ واذ سرق فیھم الضعیف قطعوہ . والذی نفس بیدہ لو کانت فاطمۃ بنت محمد سرقت لقطعت یدھا** "

ترجمہ:...... بے شک تم سے پہلے لوگ (یہود و نصاریٰ) صرف اس لیے ہلاک ہوئے کہ جب ان میں کوئی سردار چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے تھے، اور جب کوئی غریب کمزور آدمی چوری کرتا تو اس کا ہاتھ کاٹ دیتے، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر (مخزومیہ کی جگہ) میری بیٹی فاطمہؓ بھی ہوتی تو اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔

حدیث میں جہاں بھی لفظ حد استعمال ہوا، اکثر و بیشتر کسی جرم کی سزا کے لیے یہی استعمال ہوا ہے۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" **ادفعوا لحدود ما وجد تم لھا مد فعا** "

ترجمہ:...... تم جرم کی سزا کو ختم کر دیا کرو، اگر اس کے ختم کرنے کی کوئی صورت نظر آئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" **ادرء واالحدود عن المسلمین ما استعطتم فان کان لہ مغرج فغلوا سبیلہ فان الامام لان یخطئی فی العفو خیر لہ من ان یغطئی فی العقوبۃ** "

ترجمہ:...... مسلمانوں سے جرم کی سزا حتی المقدور ختم کر دیا کرو۔

" اگر کوئی چھٹکارے کا پہلو نکلتا ہو تو مجرم کو آزاد کر دو (شک کا فائدہ دے کر) اگر کوئی امام سزا کو معاف کرنے میں غلطی کرے۔ تو یہ کہیں بہتر ہے کہ وہ سزا دینے میں غلطی کرے "

پس ثابت یہ ہوا کہ حد کا اصطلاحی مفہوم کسی جرم کی وہ سزا ہے۔ جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے متعین کی ہے۔

" **والعد فی الشر ع عقوبۃ مقررۃ لاجل حق اللہ فیخرج التعزیر لعدم تقدیر ہ مفوض لدائی الحاکم ویخرج القصاص لانہ حق الادمی** "

حد شریعت میں اللہ کے حق کی بنیاد پر مقررہ سزا کو کہتے ہیں، تعزیر اس سے الگ ہے، کہ وہ حاکم وقت کی صوابدید پر موقوف ہے، اور قصاص اس میں اس لیے نہیں آتا کہ وہ اللہ کا نہیں بندے کا حق ہے۔

" فی اصطلاح الشرع عقو بة مقررة وجبت علی الجالی "

شرعی اصطلاح میں مجرم کے لیے وہ مقرر کردہ سزا جو اس کے لیے واجب ہے:

" مغنی ان العقوبة مقررة لحق الله ای انها مقررة لصلاح الجامعة و ه حماية النظام العام لان هذا هوا الخاية من دين الله واذا كانت حقا لله فهی لا تقبل الاسقاط الا من الا خرادو لامن الجماعة "

حد کا معنی اللہ کے حق کے لیے مقرر کردہ سزا ہے، جو جماعت کی صلاح اور نظام عام کو محفوظ کرنے کے لیے دی جاتی ہے، کیونکہ اللہ کے دین کی غرض وغایت یہی ہے۔

جب یہ اللہ کا حق ہے، تو اس میں معافی نہیں ہوتی، نہ افراد کی طرف سے نہ جماعت کی جانب سے:

" سميت عفو بات الحما ص حدود الانها فی الغالب تمنع العاحی العود الی تلک الحعصية التی حد لأ جلها "

ترجمہ:...... گناہوں کی سزاؤں کو حدود کا نام دیا گیا ہے، کیونکہ اغلباً یہ سزا گناہگار کو اس گناہ کی طرف رجوع کرنے سے روکتی ہے۔جس کی وجہ سے یہ سزا متعین کی گئی ہے۔

حد کا معنی گناہ بھی کیا گیا ہے:

" ويطلق الحد علی نفی المعصية " . (تلک حدود الله فلا تقر بوها)

(البقرۃ:۱۷۸)

ترجمہ:...... اور گناہ کو بھی فی نفسہ حدود کہا گیا جیسے اللہ نے فرمایا:

" تلک حدود الله "

حدود کی تعداد:

قرآن وسنت میں جن جرائم کی سزائیں متعین کی گئی ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱)...... زنا ، (۲)...... قذف (یعنی جھوٹی تہمت) ،

(۳)...... چوری ، (۴)...... خمر (شراب) ،

(۵)...... ڈاکہ (حرابہ) ، (۶)...... ارتداد (اسلام سے مرتد ہونا) ۔

قتل نفس کو اس لئے حدود اللہ میں شامل نہیں کیا گیا۔ کیونکہ وہ بندے کا بندے پر حق ہے۔ اور اس کے لئے قرآن وسنت میں قصاص و دیت کا پورا قانون موجود ہے۔

(۱)...... زنا : " الزانیة والزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائة جلدة ولا تاخذ کم بھما رأفة فی دین الله ان کنتم تؤمنون بالله والیوم الاخیر و یشھد عذابھما طائفة من المؤمنین " . (النور ۲) .

ترجمہ:...... زانیہ عورت اور زانی مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے لگاؤ اور اگر تم اللہ اور یوم اٰخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ تو اللہ کے دین میں (دونوں کو سزا دینے میں) تمہیں کسی قسم کی نرمی دامن گیر نہ ہو اور ان دونوں کی سزا کا مشاہدہ مومنین کی ایک جماعت ضرور کرے ۔

یہ سزا غیر شادی شدہ مرد وزن کے لئے ہے۔ اور شادی شدہ مرد وزن رجم (سنگساری کرنا) کی سزا حدیث رسول ﷺ میں متعین کر دی گئی ہے۔

رسول ﷺ کا فرمان ہے:

" خذوا عنی . خذوا عنی . قد جعل الله لھن سبیلا . البکر بالبکر جلد مائة وتغریب عام والثیب بالثیب جلد مائة والرجم " ۔

ترجمہ...... مجھ سے احکامات حاصل کرو۔ مجھ سے احکامات حاصل کرو۔ اللہ تعالیٰ نے زانیہ عورتوں کے لئے مہیا کر دیا ہے۔ غیر شادی شدہ زانیوں (مرد وزن) کے لئے سزا سو سو کوڑے اور ایک سال کی جلا وطنی اور شادی شدہ مرد وزن کے لئے سو سو کوڑے اور رجم ہے " ۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے حضرت عمر بن خطابؓ کا وہ بلیغ خطبہ نقل ہے۔ جس میں آپؓ نے فرمایا تھا۔

" بے شک اللہ تعالیٰ نے محمد رسول ﷺ کو حق کیساتھ مبعوث کیا ہے۔ ان پر قرآن نازل کیا۔ اور اس قرآن میں

آیت رجم بھی تھی۔ ہم نے اس آیت کو پڑھا اور اسے اچھی طرح ذہن نشین کیا۔ رسول اکرم ﷺ نے رجم کیا۔ اور ہم نے بھی رجم کئے۔ مجھے خطرہ ہے کہ ایک دور ایسا آئے گا "

کہ لوگ کہیں گے۔ ہم رجم کتاب اللہ میں نہیں پاتے پس وہ اللہ کے اس فرض کو ترک کر کے گمراہ ہوں گے، پس شادی شدہ مرد وزن پر اگر وہ زنا کے مرتکب ہوں رجم برحق ہے۔ جب اس پر شہادت ثابت ہو جائے۔ حمل ثابت ہو یا مجرم خود اعتراف کریں۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ لوگ کہیں گے۔ عمرؓ نے قرآن میں اضافہ کروا دیا۔ تو میں اسے ضرور (سورہ احزاب میں) لکھوا دیتا۔

آیت رجم یہ ہے:

" الشيخ والشيخة اذا زنيا فارجمو هما البتة نكالا من الله عزيز حكيم "۔

حدیث ابی امام بن سہیلؓ میں الفاظ یہ ہیں:

" الشيخ والشيخة اذا زنيافارجمو هما البتة بما قضيا من اللذة "۔

ابی بن کعب کے الفاظ یہ ہیں:

" كانت سورة الا حزاب توازى سورة البقرة وكان فيها اية الشيخ والشيخة "۔

ان احادیث سے ثابت ہے۔ کہ رجم کا حکم حدیث رسول ﷺ میں برقرار ہے۔

اور اس پر اجماع امت ہے۔

" فانه قدثبت با لسنة المتو اترة المجمع عليها وايضا ثابت بنص القرآن لحديث عمر عند الجماعة "۔

امام شوکانیؒ اور دوسرے محدثین وفقہاء کا فیصلہ ہے:

" اما الرجم فهو مجمع عليه "۔

جہاں تک رجم کی سزا کا تعلق ہے۔ اس پر امت کا اجماع ہے۔

ایک اعتراض کا جواب :

عام طور پر ایک اعتراض آیت رجم پر یہ کیا جاتا ہے۔ کہ اگر حد رجم کا حکم برقرار تھا۔ تو اسے قرآن سے کیوں نکلوایا گیا؟

اس کا سیدھا سادہ جواب تو یہ ہے۔ کہ یہ اللہ کا اختیار ہے۔ اور اس کا فرمان ہے۔

" یمعو اللہ مایشآء ویثبت وعند ہ ام الکتب " . (الرعد ۳۹)

ترجمہ:...... اللہ جس کو چاہتا ہے۔ مٹا دیتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے۔ برقرار رکھتا ہے۔ اور لوح محفوظ اسی کے پاس ہے "۔

اگر اس حکمت کو تلاش کرنا ہی مقصود ہو۔ کہ اس آیت کو قرآن سے کیوں نکلوایا گیا تو یہ بات بالکل صاف اور عیاں ہے۔ کہ اللہ یہ دیکھنا چاہتا تھا۔ کہ کیا میرے حکم کے علاوہ میرے پیغمبر ﷺ کے فرمان کو بھی تسلیم کیا جاتا ہے۔ یا نہیں؟

جہاں اللہ کا یہ فرمان ہے: (اطیعو اللہ) وہاں یہ بھی حکم ہے: (و اطیعو الرسول) اور کتنی ایات قرآن مجید ایسی ہیں جن میں اطاعت رسول پر زور دیا گیا ہے اور رسول اکرم ﷺ کے فیصلے کو تسلیم نہ کرے، اسے دائرہ اسلام سے خارج مانا گیا ہے۔

" فلا و ربک لا یو منو ن حتی یحکمو ک فیما شجر بینھم ثم لا یجد و ا فی ا نفسھم حرجا مما قضیت و یسلمو اتسلیما " . (النساء ۶۵)

ترجمہ:...... آپ ﷺ کے پروردگار کی قسم کوئی آدمی اس وقت تک سچا مسلم نہیں بن سکتا جب تک وہ آپ کو اپنے درمیان پھوٹنے والے جھگڑوں میں فیصل اور قاضی نہ مان لیں اور پھر جو فیصلہ آپ ﷺ سنا دیں اس کے خلاف اپنے دل میں کسی قسم کا غبار (تنگی) محسوس نہ کریں بلکہ آپ ﷺ کے فیصلے کو دل وجان سے تسلیم کریں ۔ پھر فرمایا:

" وما ینطق عن الھو ی ان ھو الا و حی یو حیٰ " . (النجم : ۴:۳) .

ترجمہ:...... اور رسول اکرم ﷺ (دین کے معاملے میں اپنی خواہش نفس سے کوئی بات نہیں کہتے، ہاں مگر جو اللہ کی طرف سے انہیں وحی کی جاتی ہے۔ (وہ ضرور بتاتے ہیں)۔

" ما ا تکم الر سول فخذ و ہ وما نھکم عنہ فا نتھو ا و ا تقو للہ " .

ترجمہ:...... اور رسول اکرم ﷺ جو کچھ تمھیں دیں اسے مضبوطی سے تھام لو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو اور اللہ سے ڈرتے ہو۔

" فا ن تنا زعتم فی شیی فر دو ہ الی اللہ و الر سو ل ان کنتم تؤمنو ن با اللہ ولیوم الا خر ذلک خیر و ا حسن تا و یلا " . (النسا ء : ۵۹)

ترجمہ:...... اگر تمہارا کسی بات میں اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹا دو اگر تم وقعتاً اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ بات ہر لحاظ سے بہتر اور تاویل کے اعتبار سے بھی سب سے اچھی ہے۔

ان تمام آیات سے ثابت ہوا کہ جہاں اللہ کے حکم ماننا لازم ہے۔ وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے سامنے سر تسلیم کرنا بھی ضروری ہے۔ اس لیے کے قرآن میں ایسی مثالیں بھی موجود ہیں۔ کہ بعض آیات کا حکم منسوخ ہے۔ مگر ان کی تلاوت منسوخ نہیں ہم صرف ایک مثال پر اکتفا کریں گے۔ شراب کے بارے میں قرآن مجید میں تین آیات میں دو آیات سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ شراب اب بھی حلال ہے۔

" یسئلو نک عن الخمر والمیسر قل فیھما اثم کبیر ومنا فعا للناس واثمھما اکبر من نفعھما " . البقرہ : ۲۱۹).

ترجمہ:...... یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب اور جوئے کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے یہ دونوں بہت بڑے گناہ ہیں لیکن اس میں لوگوں کے لیے وقتی فائدے ہیں۔ مگر ان دونوں کا گناہ ان کے فائدے سے کہیں زیادہ بڑا ہے۔

دوسری آیت:

" یایھا الذین امنو لا تقر بو الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ " . (سورۃ النساء : ۴۳۰) .

ترجمہ:...... اے ایمان لانے والوں نشہ کے عالم میں نماز کے قریب ہر گز نہ جاؤ۔۔۔ لیکن تیسری آیت آپ سے یہ ثابت کرتی ہے کہ شراب مطلقاً حرام ہے۔

" یایھا الذین امنوا انما الخمر ولمیسر والا نصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون ". (المائد : ۹۰) .

ترجمہ:...... اے ایمان لانے والوں بیشک شراب، جوا، بت پرستی، فال نکالنے والے تیرہ یہ سب گندگی اور شیطانی اعمال ہیں۔ تم ان سے دور ہٹ جاؤ تا کہ تم دین و دنیا میں سرخرو ہو سکو۔

یہ اللہ تعالیٰ کا کلی اختیار ہے۔ کہ کسی حکم کو قرآن مجید سے نکلوا کر حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اسے برقرار رکھے۔ (جیسے

رجم) اور یہ بھی اللہ کا اختیار ہے کہ کسی حکم کو تبدیل کردے جیسے زانیہ عورتوں کی سزا (پہلے گھروں میں قید رکھنے کا حکم تھا پھر غیر شادی شدہ کو سو کوڑے لگانے کا حکم دیا)۔

پس اگر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید سے رجم کی آیت نکلوا کر اس کے حکم کو شریعت مطہرہ میں بحال رکھا تو اس کی حکمت یہی ہے۔ کہ کیا ہم قرآن کے ساتھ ساتھ فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتے ہیں یا نہیں؟

فرمان الٰہی ہے:

" ما ننسخ من آیۃ او ننسها نأت بخير منها أو مثلها الم تعلم ان الله علیه کل شئی قدیر " .

(البقرہ : ۱۰۶) .

ترجمہ:...... ہم جس آیت کو بھی منسوخ کرتے یا اسے فراموش کردیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی ہی دوسری آیت بھیج دیتے ہیں، کیا آپ نہیں جانتے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۔

تعزیر کی تعریف:

لغوی معنی: تعزیر، عزر، یعزر، تعزیراً سے ماخوذ ہے، جس کا معنی روکنا، منع کرنا اور تعظیم کے ساتھ مدد کرنا، کہا جاتا ہے۔ عزر لامہ، ای اعانہ یعنی اس نے اپنی ماں کی مدد کی اور عزرہ عن کذا ہو تو منع کیا، روکا۔ (منعہ وردّہ)۔

اذبہ ، ضربہ اشد الضرب ، فخمہ ، وعظمہ ، اعانہ ونصرہ یعنی ادب سیکھایا اور سخت ضرب ماری، اس کی تعظیم کی، اس کو بڑا مانا، اس کی اعانت و مدد کی ۔ (المنجد، ص:۵،۳)۔

التعزیر النصرۃ مع التعظیم:

کسی کی عظمت کے پیش نظر اس کی مدد کرنا۔ (المفردات ص :۳۳۳)۔

قرآن مجید میں ہے:

" وقال الله انی معلم .... وآمنتم برسلی وعزرتموهم " . (المائدہ: ۱۲)

ترجمہ:...... اور اللہ نے فرمایا میں تمہارے ساتھ ہوں۔۔۔۔اور میرے پیغمبروں پر ایمان لاؤ گے اور ان کی مدد کرو گے۔

" فالذین آمنو به وعزر وه ونصروه " . (الاعراف : ۱۵۷) .

ترجمہ:...... جولوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے، ان کی تعظیم کی اور انہیں مدددی۔

اصطلاحی مفہوم:

" والتعزیر ضرب دون الحد فان ذلک تادیب والتا دیب نصرة معه "

(المفردات ص: ۳۳۳) .

ترجمہ:...... تعزیر کا معنی وہ سزا ہے جو حد سے کم تر ہوتی ہے۔اور یہ دراصل تادیب ہوتی ہے۔اور تادیب درحقیقت کسی کی برائی سے روکنے پر مدد ہوتی ہے۔

" یاتی التعزیر بمعنی التعظیم والنصرة : ومن ذلک قول الله " .

" لِتومنوا بالله ورسوله وتعزور " . (الفتح : ۹) . ای تعظیموه وتنصروه .

ترجمہ:...... تعزیر میں تعظیم اور نصرت کا مفہوم پایا جاتا ہے، جیسے کہ اللہ کا فرمان ہے۔کہ " تم اللہ پر اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو " ۔

یعنی تم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم بجالاؤ اور اس کی مدد بھی کرو۔(فقہ السنۃ ص:۴۹۷، ج۲)۔

تعزیر کا ایک مفہوم اہانت (کسی کو ذلیل کرنا) بھی ہے:

" یقال عزر فلان فلانا اذا اهانه زجراً تاً ویباله علی ذنب وقع منه " .

ترجمہ:...... کہا گیا ہے فلاں نے فلاں کی تذلیل کی یعنی اسے لعنت ملامت کرتے ہوئے اس کے کسی گناہ پر اسے سزادی۔

شریعت میں اس کا مقصد اور تعریف یوں بنتی ہے:

" التادیب علی ذنب ای انه عقوبة تادیبیة یفرض الحاکم علی جنایة اوم معصیة لم یعین الشرع لها عقوبة " . (فقه السنة ص : ۴۹۷ ، ج : ۲).

ترجمہ:...... حاکم وقت کسی جرم یا گناہ پر ایسی سزا نافذ کرے جو شریعت نے مقرر نہیں کی۔

" ویقصدون بالتعزیر کل عقوبۃ لیس فیھا من الشارع تقدیر معین فی العقوبۃ بال الامر فیہ معوض الی رای القاضی واجتھادہ " . (تلک حدود اللہ ص : ۱۸) .

ترجمہ:...... تعزیر کسی جرم کی وہ سزا ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معین نہیں کی بلکہ یہ معاملہ قاضی کی رائے واجتہاد پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

مذکورہ بالا تمام بحث سے تعزیر کی جو تعریف سامنے آتی ہے وہ اس طرح ہے۔ جہاں تعزیر کا معنی کسی کو ملامت کرنا، زجر و توبیخ کرنا اور اصلاح کے لیے سزا دینا ہے۔ وہاں تعزیر کا معنی کسی کی پشت پناہی اور اس کی مدد اور نصرت بھی ہے۔ یہ اصول ہمیشہ سے مسلمہ ہے۔ کہ تادیب اس سزا کو کہا جاتا ہے۔ جو کسی کی اصلاح کے لیے دی جائے۔ ہمارے گھروں اور تعلیمی اداروں میں ہر جگہ رائج ہے۔ حتیٰ کہ دنیا کا کوئی بھی ملک ایسا نہیں جو تادیب کا انکاری ہو۔ انگریزی محاورہ ہے:

" Spare the rod spoil the child "

" یعنی جہاں بچے کو تادیب نہ کی جائے، وہاں اس کی اصلاح نہیں ہوگی " ۔

یہ فرد اور معاشرے دونوں کی پشت پناہی ہے۔ فرد کی اس اعتبار سے کہ تادیب میں اصلاح کا پہلو ہے۔ اور معاشرے کی اس اعتبار سے کہ وہ امن و امان کا گہوارہ بن جاتا ہے۔

پس تعزیر کسی جرم کی وہ سزا ہے۔ جسے شریعت نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم حاکم وقت یا قاضی وقت کی صوابدید پر چھوڑ دیا ہو۔ اس سزا میں کمی وبیشی ہو سکتی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی سزا دس کوڑوں تک بھی دی ہے۔

ھانیؓ سے روایت ہے:

انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

" لاتجلدوا فوق عشرۃ أسواطہ الافی حد من حدود اللہ تعالیٰ "

(بخاری ، مسلم ، ابوداؤد).

ترجمہ:...... اللہ کی حدود کے علاوہ دس کوڑوں سے زیادہ سزا نہ دو۔

بہز بن حکیم اپنے والد اور اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں:

" ان النبی صلی اللہ حبس فی التھمۃ . (ابوداؤد ، ترمذی ، النسائی ، بیھقی ومحمد الحاکم) .

ترجمہ:...... رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تہمت کی بناء پر ایک آدمی کو قید کیا۔ (احتیاط کے طور پر ایسا کیا تاکہ حقیقت حال معلوم ہو سکے) ۔

عمر بن خطابؓ سے یہ بات ثابت ہے:

" کان یعذر ویؤدب بعلق الرأس والنفی والضرب ، کما کان یعرق حوانیت الغمارین والقریۃ التی یباع فیھا الغمر وحرق قصر سعد بن ابی وقاص بالکوفۃ ، لما احستجب فیہ للسجن وضرب النائحۃ حتی بدا شعرھا " . (فقہ السنہ ص :- ۴۹۷) .

ترجمہ:...... وہ تعزیر اور تادیب کرتے تھے کسی کا سر منڈا کر، کسی کو جلاوطن کر کے اور کسی کو مار پیٹ کرنا آپ نے شراب بیچنے والوں کی دکانیں جلادیں، وہ بستی جس میں شراب بیچی جاتی تھی اسے آگ لگادی اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا کوفہ میں محل جلا دیا، جب انہوں نے محل کے دروازوں پر دربان بٹھا دیئے اور رعیت کو ملنا چھوڑ دیا، وہ اکثر ہاتھ میں درہ پکڑے رہتے تھے، جو اس کا مستحق ہوتا تھا۔ اسے کا مستحق ہوتا تھا۔ اسے لگادیتے تھے۔ آپ نے ایک قید خانہ بھی بنایا تھا، آپ نے نوحہ کرنے والی عورت کو اتنا پیٹا کہ اس کے سر کے بال ننگے ہوگئے۔

تعزیر معمولی سے معمولی سزاؤں مثلاً نصیحت، سخت نظروں سے دیکھنا، یا کسی سے توجہ ہٹالینا سے شروع ہو کر سخت ترین سزاؤں جیسے قید کوڑے لگانا بلکہ انتہائی گھناؤنے جرم میں قتل کی سزا تک بھی جا پہنچتی ہے۔ جبکہ مصلحتِ عامہ کا تقاضا یہی ہو اور مجرم کے فساد کو سوائے قتل کے کوئی سزا کم نہ کر سکے۔ (اس وقت یہ لازمی ہوتی ہے) جیسے سرکش مجرم جاسوس، نت نئے جرائم ایجاد کرنے والے، اس سزا کا اختیار قاضی کی رائے پر چھوڑ دیا گیا کہ وہ مجرم کو اس کے اصلاح احوال کے مطابق سزا دے اور اسلامی حاکم کو ایسے قوانین (By laws) بنانے کی اجازت ہے۔ جو جرائم کو ختم کرنے کے لیے تعزیر کی صورت میں نافذ ہو سکتے ہیں۔

(تلک حدود اللہ: ص :۱۸،۱۹) ۔

جیسے آج کل منشیات فروشوں کو قتل کی سزا دی جارہی ہے۔ اسی طرح سنن ابوداؤد میں روایت ہے:

کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مخنث کو لایا گیا۔ جس نے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کو مہندی لگائی ہوئی تھی۔ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اس نے ہاتھوں اور پاؤں کو کیوں مہندی لگائی ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا، عورتوں سے مشابہت اختیار کرتا ہے، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بقیع کی جانب سے شہر سے نکال دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا، کیا ہم اس کو قتل کردیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" انی نهیت عن قتل مصلین "

ترجمہ:...... کہ مجھے نمازیوں کو قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

حضرت عمر بن خطابؓ نے شراب کے بارے میں چالیس کوڑوں کی حد کو اسی (۸۰) کوڑوں میں تبدیل کیا۔ اسی لیے حضرت امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، شراب کی حد اسی (۸۰) کوڑے مانتے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے صحابہؓ سے شراب کی حد کے بارے میں مشورہ کیا تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے فرمایا:

" اجعله کأخف الحدود ثمانين "

ترجمہ:...... سب سے ہلکی حد کی سزا کے مطابق اسی (۸۰) کوڑے کر دیجئے۔ پس آپؓ نے اسی (۸۰) کوڑے لگوائے اور شام میں حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت ابو عبیدؓ کو ایسا کرنے کا حکم دیا۔

حضرت علیؓ کے بارے میں روایت ہے: کہ انہوں نے مشورہ دیتے ہوئے فرمایا:

" نری ان نجلده ثمانين لانه اذا شرب سكر ، واذا سكر هذى ، واذا هذى افترى ، وعلى المفترى ثمانون " (ص: ۲۰۱).

ترجمہ:...... ہمارا مشورہ ہے کہ اسے اسی (۸۰) کوڑے لگائے جائیں کیونکہ جب وہ شراب پیتا ہے، تو نشے میں ہوتا ہے، جب نشے میں ہوتا ہے، تو بیہودہ بکواس کرتا ہے تو تہمت لگاتا ہے، اور تہمت (قذب) لگانے والے کی سزا اسی (۸۰) کوڑے ہے۔

امام شافعیؒ کی رائے مختلف ہے: اور یہ رائے امام احمدؒ کی روایت سے ہے:

کہ شراب کی حد صرف چالیس (۴۰) کوڑے ہیں اور اگر امام اسی (۸۰) کوڑے لگائے۔ تو اس کی اسے اجازت ہے۔ کیونکہ حد (۴۰) ہے۔ اور اس سے زائد تعزیر ہے۔

" وفعل الرسول الله صلى الله عليه وسلم حجة لايجوز تركه بفعل غيره ولا ينعقد الاجماع على ماخالف فعل النبى وابى بكر وعلى فتعمل الزيادة عن عمر على انها تعزير يجوز فعله اذا راه الامام ويرجع هذا ان عمر كان يجلد الرجال القوى المنهمك فى الشراب ثمانين ، ويجلد الرجل الضعيف الذى وقعت منه الزلة اربعين " . (فقہ السنہ:۳۳۶،ج۲) ۔

ترجمہ:...... رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل حجت ہے، کسی دوسرے کے عمل کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمل کا ترک جائز نہیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ کے عمل کے خلاف کوئی اجماع نہیں ہوسکتا، حضرت عمرؓ کا چالیس کوڑے زیادہ کرنا دراصل تعزیر ہے۔ اور یہ اس طرح جائز ہے کہ جب امام خلیفہ اس بات کو مناسب سمجھے تو وہ اس پر عمل کرسکتا ہے۔ حضرت عمرؓ موٹے تازے عادی شرابی کو (۸۰) کوڑے لگواتے اور ضعیف اور کمزور شرابی غیر عادی کو چالیس کوڑے لگواتے۔

" والتعزير يكون بالقول مثل التوبيخ والزجر والوعظ ويكون بالفعل حسب ما يقتضيه الحال كما يكون باالضرب والجس والقيد والنفى والعزل والرفت " . (فقه السنه : ۲ : ۴۹۸) .

ترجمہ:...... تعزیر زبان سے بھی ہوسکتی ہے، جیسا کہ کسی کو سخت سست کہنا، لعنت ملامت کرنا، وعظ و نصیحت کرنا، اور حالات کے تقاضوں کے مطابق وہ عمل سے بھی ہوسکتی ہے۔ جیسے مارنا پیٹنا، قید کرنا، جلاوطن کرنا، معزول کرنا اور ذلیل ورسوا کرنا ۔

یہ بھی ثابت ہے کہ تعزیر میں درج ذیل سزائیں دینا جائز نہیں:

۱)...... داڑھی کا منڈوانا۔ ۲)...... گھر کا برباد کرنا۔ ۳)...... باغوں کو تباہ کرنا اور کھیتوں کا اجاڑنا پھلوں اور درختوں کا کاٹنا۔ ۴)...... ناک، کان، ہونٹ اور انگلیوں کا کاٹنا۔

تعزیر کی ایک صورت یہ بھی بنتی ہے کہ اگر کسی حد کے جرم میں قاضی وقت کے پاس "حد" کی اسلامی شہادت کی شروط مکمل نہ ہوں۔ اور وہ موجودہ شہادتوں، تحقیق و تفتیش کے نتیجے میں سمجھتا ہو کہ مجرم یہی ہے تو اس صورت میں وہ حد کے بجائے اس پر تعزیر نافذ کرسکتا ہے۔

فلسفہ/حکمت:

عام طور پر دیکھنے میں آیا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ اسلام کی سزائیں بڑی وحشیانہ اور ظالمانہ ہیں۔ غیر فطری اور غیر انسانی ہیں،

جبکہ یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ دنیا کا کوئی بھی قانون سزاؤں (Penal code) سے مستثنیٰ نہیں۔ وہ ممالک جو کسی مذہب کو نہیں مانتے، دہریت والحاد ان کا ایمان ہے وہ بھی اپنے ملکی قانون میں سزاؤں کا ایک نظام رکھتے ہیں۔ اور وہ معمولی جرائم پر اس قسم کی سزائیں بھی دیتے ہیں جن کا تصور بھی قرآن وسنت میں نہیں کیا جا سکتا۔

روس میں ہمیشہ سے نظام رہا کہ جو آدمی کیمونزم کے خلاف بات کرتا تھا تو اسے سائبیریا کے جنگلات میں پھینک دیا جاتا تھا۔ اور ایسے بہت سے لوگوں نے امریکہ میں پناہ لی۔ اخبارات میں یہ بات آچکی ہے کہ چین میں چار انجینئرز کو گولیوں سے اڑا دیا گیا۔ ان کا جرم یہ تھا کہ جس ڈیم کی تعمیر پر ان کی ڈیوٹی تھی وہ گر گیا۔ اس طرح دنیا کے ہر ملک کے قانون میں سزاؤں کا ایک نظام ہے۔ جو انسان کے اپنے ذہن کی پیداوار ہیں۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ اس نظام میں جرم کم ہوتا ہے سزا زیادہ ہوتی ہے۔ یا سزا کم ہوتی ہے اور جرم بڑا ہوتا ہے۔ لیکن اس نظام کا مقصود بھی فرد اور معاشرے کی اصلاح ہوتی ہیں۔ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ اسلام نے حدود وتعزیرات کا جو نظام دیا ہے۔ اس سے ہی جرائم کی روک تھام ممکن ہو سکتی ہے۔

اللہ ہی نے انسان کی تخلیق کی اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کی اصلاح کیسے ہو سکتی ہے۔ یہ بات معروف ہے۔ کہ جو انجینئر جس مشینری کا مؤجد ہوتا ہے وہ اس کی سب سے بہترین اصلاح کر سکتا ہے۔ امریکی معاشرے کے بارے میں یہ بات معروف ہے ۔کہ وہاں لوگ زیور تعلیم سے آراستہ ہیں ۔ جو بڑے مہذب اور صاحب اخلاق مانے جاتے ہیں۔ لیکن مختصر وقفے کے لیے بجلی چلے جانے پر یہ تعلیم یافتہ اور مہذب لوگوں جو گل کھلاتے ہیں ان کی تفصیلات اخبارات میں آتی رہتی ہیں۔

مقام افسوس یہ ہے کہ ان مہذب لوگوں نے جرائم کی تعریف بدل ڈالی ہے۔ ان کے ہاں زنا صرف وہ ہوتا ہے۔ جو کسی کے ساتھ زبردستی کیا جائے۔ اگر باہمی رضامندی سے بدکاری کی جائے تو یہ زنا کی تعریف میں نہیں آتی اور مستوجب سزا نہیں۔ بلکہ ایسے مادر پدر آزاد معاشروں میں اگر ماں باپ اپنے بچوں کو منع کرنے کی کوشش کریں تو وہ قابل گردن زنی قرار پائیں۔

بہر حال یہ بات واضح ہے۔ کہ دنیا کا کوئی قانون سزا کے نظام سے مستثنیٰ نہیں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ سزا سے اصلاح نفس اور اصلاح معاشرہ جیسے اہم مقاصد حاصل ہوتے ہیں۔ اس لیے اسلام نے جو سزائیں مقرر کی ہیں، وہ نہ صرف اصلاح نفس ومعاشرہ کے لیے کام آتی ہیں۔ بلکہ یہ ایسا نظام ہے۔ جو باعث برکت ورحمت ہے۔ جو لوگوں کی جان ومال، عزت وآبرو کا محافظ بھی ہے۔ اور دنیا میں باعث امن اور آخرت کے لیے فوز وفلاح کا ضامن بھی ہے۔

ابراہیم احمد لکھتے ہیں:

اسلام نے حدود وتعزیرات کا ایسا نظام دیا جو لوگوں کے جان ومال اور عزت وآبرو کا محافظ ہے۔

" فان تشريع الحدود في الاسلام رحمة من الله بالعباد فان معم اقامو ها ولم يعتد وها والتر امو بها ولم يتكوها ، ساد فيهم العدل ، وتحقق الامن والا ستقرار ، وعاشوا آمنين مطمئين وهذا ، ولا ريب من عوامل المتقدم والتمكين في الدنيا ودلائل الفوز والفلاح في الاخرة " .

(تلک حدود الله : ص ۵ ، ج) .

ترجمہ:...... اسلام نے حدود کو اس لیے قانونی صورت دی کہ یہ اللہ کی طرف سے اس کے بندوں کے لیے باعث رحمت ہے، اگر وہ ان حدود کو قائم کیے رکھیں، ان سے آگے نہ بڑھیں، انہیں لازم جانیں اور انہیں پامال نہ کریں تو (اسلامی معاشرے میں) عدل کی حکمرانی ہو، امن وامان کا دور دورہ ہو، اہل اسلام امن وآشتی کے ساتھ رہیں اور یہ بلا شک دنیا میں ترقی اور کمال کا زینہ اور آخرت کے لیے فلاح وفوز کا ضامن ہوگا۔

فرق صرف یہ ہے کہ باقی ممالک کی سزائیں خودساختہ اوران کے اپنے ذہنوں کی پیداوار ہے۔ جبکہ اسلامی سزاؤں کا نظام اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشکیل کردہ ہے۔

انسان برائی کا مرتکب کیوں ہوتا ہے؟

سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک آدمی برائی کا مرتکب کیوں ہوتا ہے؟ قرآن مجید میں ہے:

" ونفس وما سوا ها فالهمها فجورها وتقواها " . (الشمس : ۸،۷) .

ترجمہ:...... قسم انسان کی اوراس کی جس نے اس کی اعضاء کو برابر کیا، پھراس کے نفس میں نیکی اور برائی کے جذبات ڈال دیئے۔۔۔۔۔۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے:

" انا هدينا ه السبيل اما شاكر ا واما كفوراً " . (الدھر : ۳) .

ترجمہ:...... ہم نے انسان کو صراط مستقیم کی ہدایت دی، اب اس کی مرضی ہے کہ وہ شکر گزار بن جائے یا ناشکر بن جائے ۔۔۔۔۔۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے:

" کل بنی آدم خطاء ون وخیر الخطائین التوابون " . (ترمذی ، ابن ماجه) .

ترجمہ:...... تمام بنی نوع انسان خطا کار ہیں اور سب سے بہتر خطا کار وہ ہیں جو اللہ کے دروازے پر لوٹ جاتے ہیں۔(توبہ کرلیتے ہیں)۔

انگریزی کا مقولہ ہے:

" To errar is Human " انسان غلطی کا پتلا ہے۔

ان آیات اور حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ انسانی فطرت میں برائی کا مادہ موجود ہے۔ یہ حقیقت قرآن مجید میں حضرت یوسفؑ کی زبان سے یوں بیان ہوا:

" وما ابری نفسی ان النفس لامارہ بالسوءِ الا مارحم ربی " (یوسف : ۵۳) .

ترجمہ:...... میں نے اپنے آپ کو برائی سے بری الذمہ قرار نہیں دیتا کیونکہ نفس انسان کو برائی پر بہت زیادہ اکسانے والا ہے، مگر ہاں جس پر میرا پروردگار رحم کرے۔

کائنات میں برائی کے دو سبب ہیں۔ایک نفس امارہ اور دوسرا شیطان ہے۔شیطان نے بھی ابتدائے آفرینش میں اللہ سے یہ کہا تھا۔

" قال فیما اغویتنی لاقعدن لھم صراطک المستقیم ثم لا تینھم عن بین ایدیھم ومن خلفھم وعن ایمانھم وعن شمائلھم ولا تجد اکثرھم شکرین " . (الاعراف : ۱۷:۱۶) .

ترجمہ:...... (شیطان نے کہا) کیونکہ تو نے مجھے گمراہ کردیا ہے، تو میں بھی تیرے سیدھے راستے پر (ان سب انسانوں کو) گمراہ کرنے کے لیے جم کر بیٹھوں گا، پھر میں ان کے آگے سے، ان کے پیچھے سے، ان کے دائیں، ان کے بائیں سے (غرض ہر طرف سے) آؤں گا اور انہیں گمراہ کروں گا اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہیں پائے گا۔

" قال رب بما اغویتنی لا زینن لھم فی الارض ولا غوینھم اجمعین " . (الحجر : ۳۹) .

ترجمہ:...... (شیطان نے کہا) میرے پروردگار جیسا تو نے مجھے گمراہ کیا ہے، میں لوگوں کے لیے زمین میں گناہ کو آراستہ کردکھاؤں گا اور سب کو گمراہ کروں گا۔

" قال فبعزتک لا غوینھم اجمعین " (ص : ۸۲)

ترجمہ:...... (شیطان نے کہا) کیا مجھے تیرے عزت کی قسم میں ان سب (انسانوں) کو گمراہ کروں گا حضرت آدمؑ اور حواؑ کو بہکانے والا شیطان تھا۔

" فو سوس لھما الشیطان .... وقا سمھما انی لکما لمن الفصحبس ... فد لھما بغرور .... فاز لھما الشیطان عنھا فاخر جھما مما کانا فیہ " ( )

ترجمہ:...... شیطان نے آدم اور حوا کے جی میں وسوسہ ڈالا ۔۔اور (شیطان نے) ان دونوں سے قسم کھا کر کہا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ عرض (اس نے) انہیں دھوکہ دے کر ان کو (معصیت کی طرف) کھینچ ہی لیا۔ پھر شیطان نے دونوں کو وہاں سے پھسلا دیا اور جس (جنت) میں تھے اس سے ان کو نکلوا دیا۔

ثابت ہوا کہ انسان کو برائی پر اکسانے والے یہی دو عوامل ہیں عام طور پر دیکھا گیا ہے۔ کہ انسان برائی کرنے کے بعد شیطان کو کوستا ہے، لیکن اس حقیقت کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ کہ شیطان انسان کا دشمن ہیں۔

" ان الشیطان لکم عدو فاتخذوہ عدواً "

ترجمہ:...... شیطان تمہارا دشمن ہے، تم بھی اسے اپنا دشمن جانو، لیکن انسان کا نفس شیطان سے بھی بڑا دشمن ہے۔

علامہ اقبال نے اس حقیقت کو شیطان کی زبان سے یوں بیان کیا:

ہنسی آتی ہے مجھ کو حضرت انسان پر

فعلِ بد تو خود کرے لعنت کرے شیطان پر

یہ کہا جاتا ہے کہ جب دنیا میں شیطان نہیں تھا تو پھر شیطان کو کس نے گمراہ کیا۔ اس حقیقت کو تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ ابلیس کو اس کے نفس نے گمراہ کیا قرآن مجید میں ہے۔ جب اللہ نے اس سے پوچھا کہ تو نے مجھے سجدہ کیوں نہیں کیا تو اس نے کہا۔

" انا خیر منہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طینٍ " (الاعراف : ۱۲)

ترجمہ: ...... میں انسان سے افضل ہوں کیونکہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور انسان کو مٹی سے پیدا کیا ۔۔۔۔

اور دوسری جگہ ارشاد ہے:

" ابیٰ واستکبر وکان من الکافرین " (بقرہ: ۳۴)

ترجمہ:...... (شیطان کے نفس کی سرکشی یہ تھی کہ) کہ وہ تکبر میں آگیا اور اللہ کے حکم کا انکار کیا۔۔۔۔

جس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

" اھبط منھا مما یکون لک ان تتکبر فیھا فاحرج انک من الصغرین "

(الاعراف : ۱۳)

ترجمہ:...... اللہ نے فرمایا تو جنت سے اُتر جا تجھے یہاں تکبر کرنے کی اجازت نہیں تو جنت سے نکل جا، بے شک تو ذلیل ورسوا ہے ۔

پس ثابت ہوا کہ برائی کے دو نمائندے نفس امارہ اور شیطان انسان کو ہر وقت برائی پر اکساتے رہتے ہیں۔ جب تک ایک بھی انسان دنیا میں رہے گا۔ برائی اور گناہ کے امکانات معدوم نہیں ہو سکتے۔ ذیل میں ہم نکتہ وار اسلامی نظام عقوبات کے پس پردہ کار فرما تصورات اور نظریات پر بحث کرتے ہیں۔

۱)...... اصلاح نفس:

انسان خطا کا پتلا ہے۔ یہی مفہوم ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا کہ" تمام بنی نوع خطا کار ہیں اور سب سے بہتر خطا کار وہ ہے، جو اللہ کے دروازے پر لوٹ آئے۔ لہٰذا انسانی سرشت اور فطرت سے برائی کا مادہ ختم نہیں کیا جا سکتا۔ صورت صرف ایک باقی رہ جاتی ہے۔ کہ مجرم کو معاشرے کا باعزت شہری بنا کر زندہ رہنے کے قابل بنایا جائے۔

اسلامی سزاؤں کا نظام مجرم کی اصلاح کرتا ہے۔ لہٰذا اسلام نے جو سزائیں دی ہیں ان کا پہلا بنیادی فلسفہ یہی ہے کہ اس کی اصلاح کی جائے، چور کا ہاتھ کاٹنا ظلم نہیں بلکہ اصلاح نفس کی ہی ایک صورت ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو مخزوم کی عورت کا جب ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سفارش کی گئی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی جرمانہ، تاوان وغیرہ لگا دیں۔ مگر ہمارے قبیلے کے عورت کی ہاتھ نہ کاٹیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" ایم اللہ لو کانت فاطمة بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سرفت لقطعت یدھا "

(احمد، نسائی) .

پس چور کا ہاتھ کاٹنا کوئی سخت اور انوکھی سزا نہیں اور روس میں چوروں کو قید کی سزا دی جاتی تھی لیکن آخر کار روسیوں پر یہ بات عیاں ہوئی کہ قید کی سزا سے چوری ختم نہیں بلکہ جرم دن بدن بڑھ رہا ہے تو انہوں نے چور کو گولی سے اڑانے کی سزا متعین کی۔

بے شک چور کا ہاتھ کاٹنا کوئی سنگدلانہ یا عجیب وغریب سزا نہیں ہے، روس آخر کار چوری کی سخت سزا نافذ کرنے پر مجبور ہوا، جب اسے یہ علم ہوا کہ چوری کے لیے قید کی سزا چوری کے جرم کا ارتکاب میں کوئی کمی نہیں کرسکی بلکہ اس سے معاشرے میں انتشار و بے راہ روی کا اضافہ ہوا ہے۔ لہٰذا روس کو چوری کے لیے گولی سے اڑانے کی سزا مقرر کرنا پڑی۔

(صحیفۃ الاہرام المصریہ:۱۴۔ اگست ۱۹۶۳ء)۔

تقاضائے بشریت کی بنیاد پر انسان سے خطائیں سرزد ہوتی ہیں۔ اس سلسلے میں عبداللہ بن ابراہیم الانصاری نے بڑی خوبصورت بات کہی ہے:

بعض نفوس انسانی میں فطرت سلیمہ سے انحراف پیدا ہوجاتا ہے۔ اور ان کی طبائع خباثت کا شکار ہوتی ہیں، مذاق شر ان میں بڑھ جاتا ہے۔ اور وہ جرم کی مرتکب ہوتی ہیں ان کے نزدیک کسی کی عزت، عظمت اور شرف کا کوئی پاس اور قیمت نہیں ہوتی، نہ انہیں کسی کی فضیلت کا احترام ولحاظ ہوتا ہے، ایسی قسم کے لوگوں کی اگر رسی ڈھیلی چھوڑ دی جائے تو وہ زمین میں بے پناہ فساد برپا کرتے ہیں، اللہ کے بندوں اور ممالک میں بدبختی طاری ہوتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی اصلاح کا طریقہ بتایا ہے۔ اور ایسے ضابطے اور قوانین بتائے ہیں۔ جو ان کی بے راہ روی کو ٹھیک کرتے ہیں۔ پس اللہ نے ایسے گم کردہ راہ لوگوں کا علاج، جرم کو بیخ و بن سے اکھیڑنے اور ظلم وزیادتی کے جرائم ختم کرنے کے لیے حدود نازل کیں۔

امام ابن تیمیہؒ نے حدود کے اسی فلسفہ وحکمت کے بارے میں بڑی بلیغ بات کی:

" انما شرعت رحمة من الله تعالیٰ بعباده نهى صادرة عن رحمة الخلق والاحسان الهيم ولهذا ينبغي لمن يعاقب الناس على ذنوبهم ان يقعد بذلك الرحمة والا حسان اليهم كما يقعد الوالد تاديب ولده وكما يقعد الطبيب معالجة المريض "

ترجمہ:...... بے شک اللہ تعالیٰ نے شرعی سزاؤں کو اپنے بندوں کے لیے باعثِ رحمت بنایا ہے، اور یہ اس کی مخلوق کے لیے اللہ کی طرف سے رحمت واحسان ہیں۔ پس ہر وہ آدمی جو انسانوں کو گناہوں پر سزا دینے کے لیے متعین ہوا سے چاہیے کہ وہ ان مجرموں کے ساتھ رحمت اور احسان کا اسی طرح قصد کرتے جس طرح ایک والد اپنے بیٹے کی سزا کے لیے کرتا ہے اور جس طرح ایک ڈاکٹر اپنے

مریض کے علاج میں کرتا ہے۔ (تلک حدود اللہ: ص:۶)

۲)...... اصلاحِ معاشرہ:

اسلام حدود وتعزیرات کا دوسرا بنیادی فلسفہ یہ ہے کہ معاشرے کے اندر امن اور استحکام پیدا ہو۔ اسلامی فلاحی مملکت کا تو بنیادی مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ عوام کے لیے ریاست کو امن کا گہوارہ بنائے اگر مجرم کو سزا نہ دی جائے تو کوئی فلاحی مملکت معرض وجود میں نہیں آسکتی، معاشرہ جنگل کا معاشرہ ہوگا۔ جس کی لاٹھی اسی کی بھینس کا قانون چلے گا، یہ چیر پھاڑ کر کھا جانے والے درندوں کی بستی ہوگی، فرد کی سزا اور اصلاح کا مقصد معاشرے کی اصلاح وفلاح ہے، قرآن نے اس حقیقت کو یوں بیان کیا۔

" ولکم فی القصاص حیاۃ یا ولی الالباب " (البقرہ: ۱۷۹)

ترجمہ:...... اے عقل مند انسانوں قصاص میں ہی تمہاری زندگانی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

" حد یعمل بہ فی الارض خیر لاھل الارض من ان یمطر وا اربعین صبا حا "

ترجمہ:...... زمین پر اگر ایک حد نافذ کردی جائے تو یہ اہل ارض کے لیے اس سے کہیں بہتر ہے کہ وہ انہیں چالیس دن متواتر صبح سویرے بارش سے سیراب کیا جائے۔ بارش بستیوں کے لیے خوشحالی کا پیغام لاتی ہے، چالیس دن اگر متواتر حرائی زمینوں میں بارش ہو تو اس سے کھیتیاں لہلہا اٹھیں گی، اجناس میں برکت ہوگی۔ بستی والوں کے لیے خوشحالی وفارغ البالی بڑھے گی۔ لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایک حد نافذ کر دینا گویا اس بستی کے لیے اس سے بڑے امن سکون، خوشحالی، فارغ البالی کا پیغام ہوگا جو کہ چالیس روز کی بارش بھی مہیا نہیں کرسکتی۔

عبداللہ بن ابراہیم الانصاری لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی حدود کو نافذ کرنا ان بیماریوں کا علاج ہے۔ جو اسلامی معاشرے میں پیدا ہوتی ہیں اور یہ ان بیماریوں کے لیے احتیاطی تدابیر ہیں جو ان حدود کے نافذ نہ کرنے سے پیدا ہوسکتی ہیں۔ ان کی مثال کشتی میں سوار ان لوگوں کی سی ہے۔ کہ اگر ایک آدمی کشتی میں سوراخ کرے اور باقی لوگ اسے منع نہ کریں تو وہ سب کو لے ڈوبے گا، پس اسلامی معاشرے میں انسانوں کی زندگی کی حفاظت وضمانت اسلامی حدود وتعزیرات کو نافذ کرنے میں ہی مضمر ہے۔ (تلک حدود اللہ، ص:۶)

اس کی عملی مثال ہم قرون اولیٰ سے پیش نہیں کرتے بلکہ آج کی دنیا میں سعودی عرب کا معاشرہ اس کی بہترین مثال ہے، آج سعودیہ میں جرائم کا متناسب ساری دنیا سے کم کیوں ہے؟

اپنے آپ کو ترقی یافتہ ممالک کہلانے والے، سب سے زیادہ تعلیم یافتہ تسلیم کروانے والے کیا یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ان کے ممالک میں جرائم کا تناسب سعودیہ سے کم ہے ؟ ۔

سعودی عرب کے رہنے والے آسمانوں سے نہیں اترے اور نہ وہ فرشتے ہیں اگر آج وہاں جرائم کی تعداد کم ہے، معاشرہ امن وسکون کا گہوارہ ہے۔ گاڑیاں بغیر لاک کے کھڑی رہتی ہیں۔ نماز کے اوقات میں دوکاندار کھلی دکانیں چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ ڈکیتیاں اور رہزنی کے اوقات نہ ہونے کے برابر ہیں تو اس کی وجہ صرف یہی ہے، کہ وہاں قرآن وسنت کے مطابق حدود وتعزیرات کا نظام نافذ ہے اس کی برکتیں معاشرے میں دیکھنے والوں کو نظر آتی ہیں۔ ڈاکٹر عبدالقادر عودہ مصری شہیدؒ لکھتے ہیں:

سعودی عرب میں اسلامی شریعت کو مکمل طور پر نافذ کیا گیا ہے۔ اور حکومت جرائم کے فیصلے کرنے اور مملکت میں حفظ وامان کرنے میں اس طرح کامیاب ہوئی ہے۔ جس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی، لوگ اکثر یہ ذکر کرتے رہتے ہیں۔ کہ ایک وقت تھا جب حجاز میں امن وامان کا مسئلہ کس طرح بگڑا ہوا تھا۔ سکون نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ بلکہ حجاز مقدس اکثر جرائم اور بدترین جرائم میں ایک ضرب المثل تھا۔ مسافر اور مقیم کی حالت ایک ہی جیسی تھی کہ وہ شہر میں یا دیہات میں ہو اس کے جان ومال کی ضمانت نہ تھی، دن ہو یا رات ہر وقت انسان خوف وخطرے میں رہتا تھا۔ دوسرے ممالک اپنے حجاج کے ساتھ ان نگرانی کے لیے مسلح دستے بھیجتے تھے تا کہ ان کے حاجی سلامت رہیں اور ان پر ہونے والی زیادتی کو روکا جائے۔ لیکن یہ خاص دستے اور حجاز کے امن وامان کے ذمہ دار بھی ملک میں امن قائم کرنے پر قادر نہ تھے۔ اس کے باوجود حاجیوں کے قافلے لوٹ لیے جاتے تھے، ان کے سامان چوری ہوتے اور حاجیوں کو قتل کر دیا جاتا تھا۔

سعودی عرب میں امن وسلامتی کے ضامن اس وقت تک عاجز رہے جب تک شریعت اسلامی نافذ نہیں ہوتی اور دن ورات میں انقلاب برپا ہوا، حجاز مقدس کے سب شہروں میں امن کا دور دورہ ہوا۔ مقیم اور مسافر سب مطمئن ہوئے، لوٹ مار، چوری اور قتل کا عہد ختم ہوا اور جرائم کی خبریں قصہ پارینہ بن گئیں۔ (ص:۲۲۶)

امن وامان اور امانت ودیانت کے ایسے ایسے واقعات دیکھنے کو ملتے ہیں کہ انسان کو یقین نہیں آتا، لیکن جن کو اس کا تجربہ ہوا، یا جن کے ساتھ یہ واقعات پیش آئے، وہ لکھتے ہیں:

ایک آدمی کا بٹوہ راہ چلتے سڑک پر گم ہو گیا، جونہی وہ پولیس والوں کے پاس پہنچا تو اس کا بٹوہ اسے اسی حالت میں مل گیا

صرف اس کو اپنے بٹوے کی نشانی بتانا پڑی۔ایک آدمی راستے میں اپنی لاٹھی چھوڑ گیا،ٹریفک پولیس حرکت میں آگئی اور اس نے پولیس کو وہ لاٹھی متعلقہ آدمی تک پہنچانے کا حکم دیا اسی طرح ایک آدمی کا سامان گم ہو گیا اور وہ اس کے دوبارہ حاصل کرنے پر مایوس تھا، نہ وہ اس سامان تک پہنچ سکتا تھا لیکن کیا دیکھتا ہے کہ پولیس کے آدمی اسے ڈھونڈتے ہوئے اس کے پاس آتے ہیں۔اور سامان واپس کر دیتے ہیں۔(ص:۲۲۷)۔

پس یہ ہے وہ تجربہ جس سے ثابت ہوا کہ اسلامی شریعت کا نفاذ ہی معاشرے کی حفاظت کا ضامن ہے،آج انگلینڈ،امریکہ اور مصر جیسے ممالک بھی مجبور ہو گئے ہیں کہ وہ تموین (ذخیرہ اندوزی) اور تسعیر (قیمتوں میں بے جا اضافہ) اور امن عام جیسے معاملات پر کوڑوں کی سزا نافذ کریں۔

یہ بین الاقوامی اعتراف ہے کہ کوڑوں کی سزا ہر دوسری سزا سے زیادہ کارگر ہے اور یہی وہ تنہا سزا جو عوام کو قانون کی اطاعت اور نظام کی حفاظت پر کفایت کرتی ہے۔اور انسانی خود ساختہ سزائیں کوڑوں کی سزا کی مقابلے میں کوئی وقعت نہیں رکھتیں ۔

(ص:۲۲۷)۔

۳)...... جرائم میں کمی:

اسلامی حدود و تعزیرات کے نفاذ سے جرائم میں ممکنہ حد تک کمی واقع ہوتی ہے۔ہم یہ نہیں کہتے کہ حدود و تعزیرات کے نفاذ سے معاشرے سے جرم کا وجود ختم ہو جائے گا۔اس لیے کہ جب تک انسان اس زمین پر موجود ہے جرائم ختم نہیں ہو سکتے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

" کل بنی آدم خطاء ون "

ترجمہ:...... تمام بنی نوع انسان خطاء کار ہیں۔

کتنی مقدس سے مقدس فضا کیوں نہ ہو جہاں بھی انسان ہوگا خطائیں ہوں گی۔ جنت جیسی مقدس فضا میں بھی حضرت آدم علیہ وسلم سے غلطی ہو گئی۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دور "خیر القرون قرنی" (میرا زمانہ تمام زمانوں کا شاہکار) ہے۔مگر اس میں بھی صحابہ کرامؓ سے غلطیاں ہوئیں، انہیں سزائیں بھی ملیں یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انسان جہاں بھی ہوگا وہاں ایسے معاملات پیش آئیں گے۔لیکن نگرانی کے اس نظام کو سخت کر کے ہم اس کے امکانات کو کم سے کم تو کر سکتے ہیں اگر ختم نہیں کر سکتے کسی ملک سے سمگلنگ ختم نہیں ہو سکتی۔البتہ سرحدوں پر پہرہ بٹھا کر سمگلنگ کے امکانات کو کم کیا جا سکتا ہے۔F.B.I ہر سال دنیا میں جرائم کے تناسب کے

اعداد وشمار شائع کرتا ہے، جس میں کتنے سالوں سے یہ بات مشاہدے میں آرہی ہے کہ فی الوقت دنیا میں سب سے کم جرائم صرف سعودی عرب میں ہوتے ہیں۔

۴)...... سزائیں، فطرت کے مطابق:

ہم یہ بات لکھ چکے ہیں کہ اللہ نے انسان کی تخلیق کی اور وہی بہتر جانتا ہے کہ اس کی اصلاح کیسے اور کتنی سزا سے ہو سکتی ہے، لہٰذا اسلامی حدود وتعزیرات کا نظام انسانی فطرت کے عین مطابق ہے، ایک شادی شدہ مرد وعورت کے لیے جب رجم کی سزا متعین ہوئی تو یہ ان کے ساتھ زیادتی نہ تھی بلکہ تجربے اور مشاہدے میں یہی آتا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو دیکھتا ہے تو غیرت کے مارے دونوں کو قتل کرنے کے درپے ہوتا ہے اور یہی سزا جب اسلام سناتا ہے تو یہ ظالمانہ نہیں اور نہ صرف فطرت کے عین مطابق ہے۔ بلکہ اپنے اندر بہت سی سماجی اور اخلاقی پہلوؤں کی اصلاح کی ضامن ہے۔ یہ سزائیں کم وبیش زمانہ جاہلیت میں قبائل میں نافذ کی جاتی تھیں، ان میں سے جو فطرت کے مطابق تھیں انہیں من وعن نافذ کردیا گیا اور جو فطرت کے خلاف تھیں، انہیں منسوخ کردیا گیا۔

ہاتھ کاٹنے کی سزا اور دیت کا نظام زمانہ جاہلیت میں بھی بعض قبائل میں رائج تھا۔ اسلام نے اسی کو اختیار کیا۔ ہاتھ کاٹنے کی یہ سزا ایک چور کے لیے نہ تو سخت تھی اور نہ شاذ، بلکہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ روس اور چین جیسے ممالک میں جہاں وجود باری تعالیٰ کا ہی انکار کیا جاتا ہے وہ بھی ان سزاؤں کو نافذ کرنے پر مجبور ہو چکے ہیں۔

" ولعل السر في نجاح الشريعة ان عقوباتها وضعت على اساس طبيعة الانسان وقد استقلت الشريعة طبيعة الانسان فوضعت على اساسها عقوبات الجرائم عامة وعقوبات جرائم الحدود والقصاص خاصة " (التشريح الجنائي الاسلامي ج : ۲ ، ص ۷۱۳، ۷۱۴)

ترجمہ:...... یقیناً شریعت کی کامیابی کا راز اس کی سزاؤں میں ہے۔ جو انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں۔ شریعت نے انسانی فطرت کا محاصرہ کیا ہے اور فطرت انسانی کی اساس کی بنیاد پر عام جرائم کی سزائیں متعین کی ہیں جبکہ حدود اور قصاص کے لیے خاص سزائیں مقرر کی ہیں ۔ (مجلہ محدث)۔

(جاری ہے......)۔

......☆☆☆☆☆......